مفہوم مخالف کی حجیت میں فقہاء کرام کی آراء کا تحقیقی جائزہ

The Legal Authority of Mafhūm Mukhālif in Islamic Jurisprudence: An Analytical Study of Juristic Opinions

1. Syed Arif Ali Shah	2. Dr. Irfan Ullah
M.Phil Scholar , Department of Islamic Studies and Research, University of Science and Technology, Bannu	Associate Professor, Department of Islamic Studies and Research, University of Science and Technology, Bannu
Email: arifshah94@gmail.com	**Email:** drirfankhan661@gmail.com

To cite this article:

1. Syed Arif Ali Shah , 2. Dr.Irfanullah ,July – Dec Vol.5 Issue.2 2024) English

Al-Bahis Journal of Islamic Sciences Research, 5(2),190-210 Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

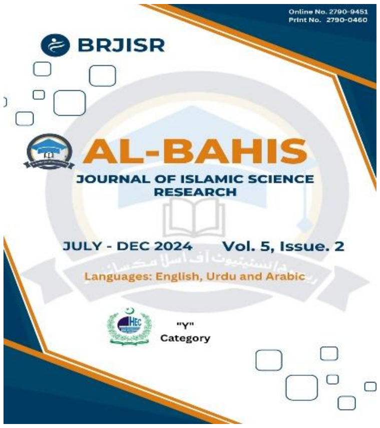

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

AL-BAHIS JOURNAL OF ISLAMIC SCIENCES RESEARCH

July- Dec 2024
Vol.5, Issue. 2

مفہوم مخالف کی حجیت میں فقہاء کرام کی آراء کا تحقیقی جائزہ

The Legal Authority of Mafhūm Mukhālif in Islamic Jurisprudence: An Analytical Study of Juristic Opinions

:

Abstract

This research explores the concept of Mafhūm Mukhālif—known as the argument from silence or Dalīl al-Khitāb within Islamic jurisprudence. The study provides a linguistic and terminological definition of Mafhūm Mukhālif and distinguishes between its various forms, including Mafhūm Muwāfaqah and Mafhūm Mukhālif, detailing their applications and scholarly conditions. Drawing from the views of major schools of Islamic law, Hanafi, Maliki, Shafi'i, and Hanbali. The research critically analyzes the debate regarding the evidentiary status of Mafhūm Mukhālif. While Shafi'i, Maliki, and Hanbali jurists generally accept the authority of Mafhum Mukhalif, Hanafi scholars largely reject its legal application, except in certain contexts such as penal laws. The study presents the arguments of both proponents and opponents, using examples from Qur'anic verses, Prophetic traditions, and juristic applications. Furthermore, the research examines the principles, conditions, and limitations of using Mafhūm Mukhālif as a source of legal deduction, highlighting areas of consensus and divergence among jurists. Concluding, the paper emphasizes that understanding the role of Mafhūm Mukhālif is essential for interpreting legal texts, revealing the nuanced methodologies underpinning Islamic jurisprudence.

Keywords: Mafhūm Mukhālif, Dalīl al-Khitāb, Islamic Jurisprudence, Conceptual Analysis, Mafhūm Muwāfaqah, Juristic Methodology.

تمہید

کتاب اللہ وسنت میں بعض احکام ایسے ہیں جن میں اجتہاد کی چنداں ضرورت نہیں پڑتی اور نہ ہی ان کو سمجھنے میں کچھ خفا اور اجمال رہتی ہے بلکہ صرف دیکھتے ہی عام وخاص ان سے نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔ لیکن بعض احکام ایسے ہیں جن میں خفا واجمال ضرور پایا جاتا ہے اور بعض میں تعارض اور تصادم ہوتی ہیں۔ پھر اجمال بھی کئی معانی کو محتمل ہوتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مجمل کے کئی محتمل معانی کو ایک طرف ترجیح دینا ضروری ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ فقہی مسائل تین اقسام پر ہیں، اول وہ مسائل جن میں نصوص بظاہر متعارض ہیں۔ دوم وہ جن میں نصوص متعارض تو نہیں مگر اختلاف نظر کی وجہ سے مجمل لفظ کا کوئی معنی کسی مجتہد کے نزدیک قریب اور کسی کے نزدیک بعید مراد لیا گیا ہے۔ سوم وہ جن میں نہ نصوص متعارض ہو اور نہ ہی کسی ایک معنی کی تعین میں کچھ اشکال ہو بلکہ اسی لفظ کا ایک ہی معنی عرف میں متعین ہو۔ اسی طرح مسائل فرعیہ بھی منصوص اور غیر منصوص کی طرف متفرع ہوتے ہیں
۔

مسائل منصوص غیر معارض جو قطعی الدلالت کہلاتی ہیں ان میں اجتہاد کی ضرورت نہیں۔ مسائل منصوص متعارض میں تعین احد الا حتمالات اور رفع تعارض کے لیے مجتہد مطلق اجتہاد کرتا رہے گا اور مقلد حسن ظن کے ساتھ اس کی تقلید کرے گا۔

مسائل غیر منصوص میں مجتہد اپنے اجتہاد کے ذریعے غیر منصوص جزئیات کے احکام قواعد شرعیہ کے مطابق منصوص پر قیاس کر کے حکم ظاہر کرے گا اور مقلد انہی احکام کا پابند رہے گا جو مجتہد نے قرآن وسنت سے مستنبط کئے ہوں۔ ایسے ہی وہ مواضع جن میں مجتہد کسی مفہوم سے اخذ کرے خواہ وہ مفہوم موافق ہو یا مخالف، مقلد انہی مفہومات سے استدلال اور عدم استدلال کا پابند رہتا ہے۔

مفہوم مخالف کی لغوی تعریف

"مفہوم مخالف" جس کا دوسرا نام "دلیل الخطاب" بھی ہے یہ دو الفاظ پر مشتمل ہے، ایک "مفہوم" اور دوسرا "مخالف"۔ مفہوم مخالف ترکیب کے اعتبار سے "مرکب اضافی" ہے جس میں "مفہوم" کی اضافت "مخالفت" کی طرف کی گئی ہے۔ اس ترکیب میں مضاف اور مضاف الیہ دونوں کی تعریف مقصود ہوتی ہے۔

اہل لغت اور اہل الاصول کے نزدیک مختلف پہلو سے اس کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں لیکن یہاں سب سے پہلے اس کی لغوی تعریف کے متعلق کلام کرتے ہیں کیونکہ اس میں مضاف (مفہوم) اور مضاف الیہ (مخالف) دونوں کے متعلق تعریف و تحقیق مقصود ہے۔

لفظِ مفہوم "فَهِمَ یَفْهِمُ" سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کی جمع "مَفَاهِیْم" آتی ہے اور اس کا معنی ہے عقل یا دل کے ذریعہ کسی چیز کا ادراک کرنا۔ یا اس کا معنی سے کامل معنی ہے۔ علامہ ابن منظور افریقیؒ مطلق تصور وادراک کا ہے۔ فہم کا اصل معنی کسی شے کا علم اور اس کی قلبی معرفت کا نام ہے اور یہ اس لفظ کا سب لکھتے ہیں: "الفَهْمُ: مَعْرِفَتُكَ الشَّيْءَ بِالْقَلْبِ"[1] "دل کے ذریعہ سے کسی چیز کے متعلق معرفت کا حاصل ہونا "فہم" ہے"۔

اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ مفہوم سے مراد وہ چیز ہے جو عقل میں حاصل ہو۔ مفہوم کسی شے کے ذہن میں آنے والے تصور کو بھی کہتے ہیں خواہ وہ لفظ کے ساتھ وارد ہو یا اس کے بغیر۔ اس بات کا اعتبار کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اہل منطق کے نزدیک لفظِ اور مفہوم دونوں مرادف ہیں، یہاں اسی مفہوم کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں:

مفہوم جزئی

اگر مفہوم کا نفس تصور اس حیثیت سے ہو کہ اس کا تصور کثیرین میں شرکت اور ان پر صادق آنے سے مانع ہو اس کو مفہوم جزئی کہتے ہیں۔ مثلاً جب کہا جائے "ھذا الانسان" جس سے ایک مخصوص انسان مراد ہے، چونکہ اس میں ھذا اسم اشارہ موجود ہے، اس لیے عقل امور متعددہ پر صادق آنے سے مانع ہے۔

مفہوم کلی

اگر مفہوم کا نفس تصور اس حیثیت سے کہ اس کا تصور کثیرین میں شرکت اور ان پر صادق آنے سے نہ مانع ہو اس کو مفہوم کلی کہتے ہیں۔ جیسے لفظ انسان، اس کا مفہوم عقل میں کثیرین پر صادق آنے سے مانع نہیں ہے، بلکہ کثیر افراد پر صادق آتا ہے۔

مفہوم کے متعلق علامہ قطب الدین رازی کی تحقیق

یہی تحقیق علامہ قطب الدین رازی تحتانی منطق کی مشہور کتاب "قطبی" میں کر کے لکھتے ہیں:

" فَكُلٌّ مفهوم وهو الحاصل في العقلِ إِمَا جزئي أو كلى لأَنَّه إما أن يكون نفس تصوره أى مِن حيث أنه متصور مانعًا مِنْ وقوع الشركةِ فِيْهِ أَى مِنْ إشْتِرَاكِه بين كثيرين وصدقه عليها أولا يكون فإن مُنِعَ نفس تصوره عن الشركة فهو الجزئي كهذا الانسان فإن

[1] افریقی، ابوالفضل، محمد بن مکرم بن علی، جمال الدین ابن منظور، لسان العرب، ندار صادر بیروت، 1414ھ/ج12، ص459

Afriki, Abu al-Fazl, Muhammad bin Makram bin Ali, Jamal al-Din bin Manzoor, Lasan al-Arab, Nidar Sadir Beirut, 1414 AH/J12, p 459

الهديَّةَ إذَا حَصَلَ مفهومها عند العقل إمتنع العقل بمجرد تصوّره عن صدقه على أمورٍ متعددةٍ وإن لَم يَمنع الشركة من حيث أنه متصوّر فهو الكلى كاالانسان فإن مفهومه إذَا حَصَلَ عند العقل لَمْ يَمْنَعُ مِنْ صدقه على كثيرينَ"[2]

"ہر مفہوم (اور یہ وہ ہوتا ہے، جو عقل میں حاصل ہو) جزئی ہے یا کلی، کیونکہ یا تو اس کا نفس تصور اس حیثیت سے کہ وہ متصور ہے، اس میں شرکت کے وقوع سے یعنی کثیرین کے درمیان مشترک ہونے اور کثیرین پر صادق آنے سے مانع ہوگا، یا مانع نہ ہوگا، اگر اس کا نفس تصور شرکت سے مانع ہو، تو وہ جزئی ہے، جیسے تو عقل محض اس کے تصور سے امور متعدد پر صادق آنے سے مانع ہوتی ہے، اور ھذا الانسان اس لیے کہ جب عقل میں ہذیت" کا مفہوم حاصل ہو جائے، اگر وہ شرکت سے اس حیثیت سے کہ وہ متصور ہے مانع نہ ہو، تو وہ کلی ہے جیسے الانسان۔ اس کا مفہوم جب عقل میں حاصل ہو تو وہ کثیرین پر صادق آنے سے مانع نہیں ہوتی"۔

مفہوم کے متعلق یہی تحقیق علامہ قطب الدین رازی تحتانی نے "شرح مطالع الانوار" میں کی ہے کہ:

"المفهوم ان منع نفس تصوّره من الشركة فهو الجزئى والّا فهو الكلّى امتنع وجود افراده المتوهّمة فى الخارج او امكن "[3]

مفہوم اگر اس اعتبار سے ہو کہ اس کا تصور شرکت کے وقوع سے مانع ہو تو جزئی ہے ورنہ کلی ہے خواہ اس کے افراد کا امتناع خارج میں متوہم ہو یا ممکن ہو۔

سب کا حاصل یہ ہے کہ الفاظ کے ظاہری معنی کے ساتھ جو بات ذہن میں آتی ہو اسے مفہوم کہتے ہیں اور کسی لفظ کا محض لغت جان لینے سے یہ جان لینا کہ جو حکم منطوق کا ہے وہی مسکوت عنہ کا بھی ہے اور اس میں کسی رائے اور اجتہاد کی ضرورت نہ ہو اسی کا دوسرا نام فحوی الخطاب اور لحن الخطاب ہے اور یہی دلالۃ النص کی ایک قسم ہے۔ اصول فقہ کی مشہور کتاب "التوضیح فی شرح التنقیح" میں علامہ صدر الشریعہ لکھتے: "وأما دلالة النص، وتسمى فحوى الخطاب"[4]

"اور ہر جو دلالۃ النص ہے اور اس کو فحوی الخطاب بھی کہتے ہیں"۔ اس کے ذیل میں علامہ سعد الدین تفتازانیؒ شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وتسمى فحوى الخطاب، أي معناه يقال: فهمت ذلك من فحوى كلامه، أي مما تنسمت من مراده بما تكلم، وقد تسمى لحن الخطاب، ومفهوم الموافقة"[5] اور اس کو فحوی الخطاب کہتے، اس کا معنی یہ ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ "فهمت ذلك من فحوى كلامه" میں نے اس کے کلام کی قرینہ سے یہ (مراد) سمجھا، یعنی وہ مراد جو اس کے تکلم سے ظاہر ہو رہا تھا اور اسی کو لحن الخطاب اور مفہوم موافق کہتے ہیں"۔

مخالف کا معنی و مفہوم

---

[2] رازی، قطب الدین محمد بن محمد، القطبی، ن، مکتبۃ البشری، 1431ھ/ص، 123

Razi, Qutb al-Din Muhammad bin Muhammad, Al-Qutbi, N., Muqbat al-Bashri, 1431 AH/ p 123

[3] رازی، قطب الدین محمد بن محمد، شرح مطالع الانوار، منشورات کتب النجفی، ص 48

Razi, Qutb al-Din Muhammad ibn Muhammad, Sharh al-Mudhi al-Anwar, Manifesto Kitab al-Najafi, p48

[4] تفتازانی، سعد الدین مسعود بن عمر، شرح التلویح علی التوضیح لمتن التنقیح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1416ھ، ص250

Taftazani, Saad al-Din Masoud bin Umar, Sharh al-Talwih ali al-Hilwah limatn al-Tanqih, Dar al-Kutub al-Alamiyyah, Beirut, 1416 AH, p 250

[5] ایضاً، ص 250

Ibid p 250

خلف و مخالف عربی زبان میں ثلاثی مجرد کے باب سے مشتق اسم فاعل ہے۔ اس کا اصل معنی "پیچھے ہونا" ہے اور یہ اصل میں کئی معانی پر دلالت کرتا ہے جس میں سے ایک معنی "تضاد"[6] ہے۔ اردو میں بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ صفت ذاتی ہے جس کی جمع "مخالفین" ہے اور اردو میں اس کی جمع غیر ندائی "مخالفوں" ہے۔[7]

اب اس سارے تفصیل کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ لفظ دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتا، یا تو کسی صریح معنی پر دلالت کرتا ہے، جس کو منطوق کہتے ہیں۔ یا کسی مسکوت عنہ معنی پر دلالت کرتا ہے، جس کی متکلم صراحت نہیں کرتا، ایسے معنی کو مفہوم کہتے ہیں۔ مفہوم کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم: مفہومِ موافق ایسے مفہوم کا حکم یا تو منطوق کے حکم کے مثل ہوگا۔ لہٰذا اگر منطوق کا حکم وجوب کا ہوگا تو مفہوم کا بھی حکم وجوب ہی کا ہوگا، اس کا نام "لحن خطاب" ہے، اور یا تو اس مفہوم کا حکم منطوق کے حکم سے اولیٰ ہوگا، جیسے اگر منطوق کا حکم تحریم کا ہے تو مفہوم کا حکم اشدِّ تحریم کا ہوگا، فحوی الکلام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دوسری قسم مفہومِ مخالف ہے۔ بایں طور کہ مفہوم کا حکم منطوق کے حکم کے برخلاف ہو۔

مفہوم مخالف کی اصطلاحی تعریف

اصطلاحی طور پر مفہوم مخالف کی متعدد تعریفات کی گئی ہیں، بعض اہل الاصول کہتے ہیں کہ اصطلاح میں وہ ہے جو کلام سے بطریق التزام سمجھا جائے جس میں مسکوت عنہ مذکور کی ضد ہو، علامہ قاضی شوکانی لکھتے ہیں: "وهو حيث يكون المسكت عنه مخالفا للمذكور في الحكم، إثباتا ونفيا "[8]

"مفہوم مخالف وہ ہے جس میں مسکوت عنہ نفی اور اثبات کے اعتبار سے حکم میں مذکور کی ضد ہو"۔

علامہ ابن مفلحؒ مفہوم مخالف کی ایک اور تعریف کر کے لکھتے ہیں: " إِثبات نقيض حكم الشيء في غيره "[9]

"کسی چیز کا حکم اس کے نقیض میں ثابت کرنا"۔ امام جوینیؒ اس کی ایک اور تعریف کر کے لکھتے ہیں:

"وأما مفهوم المخالفة فهو ما يدل من جهة كونه مخصصا بالذكر(الي ان قال) على أن المسكوت عنه مخالف للمخصص بالذكر [10]"

"اور ہر جو مفہوم مخالف ہے وہ یہ ہے جو تخصیص بالذکر کے طور پر دلالت کرے۔ آگے لکھتے ہیں کہ جس میں مسکوت عنہ مخصص بالذکر کا مخالف ہو"۔

امام غزالیؒ نے اس سے ملتا جلتا تعریف کر کے "نفي الحكم عما عداه" کا اضافہ کیا ہے: "الاستدلال بتخصيص الشيء بالذكر على نفي الحكم عما عداه"[11]

"تخصیص بالذکر کے طور پر دلالت کے ذریعہ ایسا استدلال کرنا جس میں اس کے مخالف کی حکم کا نفی ہو"۔

---

[6] ابن منظور، لسان العرب، فصل الخا المعجمہ، ج90، ص9

[7] جامع ترین اردو لغت، ن، اردو لغت بورڈ کراچی، 564

[8] شوکانی، محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ، ارشاد الفحول، ن، دار الکتاب العربی، 1419ھ، ج2، ص38

Shoukani, Muhammad bin Ali bin Muhammad bin Abdullah, Arshad al-Fawhol, N., Dar al-Kitab al-Arabi, 1419 AH, vol. 2, p 38

[9] ابن مفلح، ابو عبداللہ شمس الدین المقدسی، الاصول، ن، مکتبۃ العبیکان، 1420ھ، ج3، ص1193

Ibn Mufalah, Abu Abd Allah Shams al-Din Al-Maqdisi, Al-Asul, N, Muktabat al-Ubaikan, 1420 AH, Vol. 3, p 1193

[10] جوینی، ابوالمعالی، عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف، البرہان، المنصورہ، مصر 1418ھ، ج1، ص298

Juwayni, Abu al-Maali, Abdul Malik bin Abdullah bin Yusuf, Al-Burhan, Mansoura, Egypt 1418 AH, Vol. 1, p 298

[11] غزالی، ابوحامد، محمد بن محمد، المستصفی، ن، موسسۃ الرسالہ، 1417ھ، ج2، ص196

Al-Ghazali, Abu Hamid, Muhammad bin Muhammad, Al-Mustafa, n., Musassat al-Risala, 1417 AH, vol. 2, p 196

مذکورہ تعریفات کے متعلق محقق کا تجزیہ

مذکورہ بالا تمام تعریفات آپس میں مترادف ہیں کیونکہ ان میں ایک لفظ جو متعدد گردانا جاتا ہے وہ "اِثبات نقیض حکم" ہے یا معنوی طور پر "نفی الحکم عما عداہ" کا جملہ ہے جو کہ "نقيض الحكم" کا محصل ہے۔ ایسے ہی "مسكوت عنه" بھی ہے کیونکہ کلام میں اس کے متعلق اس کے نقیض میں حکم کا اثبات ہوتا ہے۔

مفہوم کی اقسام (مفہومِ موافق)

سابق میں ذکر ہوا کہ الفاظ کے ظاہری معنی کے ساتھ جو بات ذہن میں آتی ہو اسے مفہوم کہتے ہیں۔ اس بات کے پیش نظر مفہوم کی دو قسمیں بنتی ہیں۔ اول "مفہومِ موافق" دوم "مفہومِ مخالف" ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے۔ علامہ جوینیؒ مفہوم موافق کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فهو ما يدل على أن الحكم في المسكوت عنه موافق للحكم في المنطوق به "[12]

"مفہومِ موافق وہ ہے جو مسکوت عنہ کے ایسے حکم پر دلالت کرے جو حکم منطوق کے موافق ہو"۔

کسی لفظ کا محض لغت جان لینے سے یہ جان لینا کہ جو حکم منطوق کا ہے وہی مسکوت عنہ کا بھی ہے اور اس میں کسی رائے اور اجتہاد کی ضرورت نہ ہو۔ اسی کا دوسرا نام فحوی الخطاب اور لحن الخطاب ہے۔ علامہ علاءالدین بخاری اپنی مشہور تالیف "كشف الأسرار عن أصول فخر الإسلام البزدوي" میں مفہومِ موافق کی یہی تعریف کر کے لکھتے ہیں: "وهو أن يكون المسكوت عنه موافقا في الحكم للمنطوق به ويسمونه فحوى الخطاب ولحن الخطاب "[13]

"مفہومِ موافق وہ ہے جس میں مسکوت عنہ حکم کے اعتبار سے منطوق کے موافق ہو، اسی کا دوسرا نام فحوی الخطاب اور لحن الخطاب ہے"۔

مفہومِ موافق کی اقسام

مفہوم موافق کی دو قسمیں ہیں: مقطوع اور مظنون۔

مقطوع کا مطلب یہ ہے کہ جو حکم منطوق کی روشنی میں ثابت کیا جا رہا ہے اس میں دوسرے حکم کا احتمال نہ ہو۔

مظنون کا مطلب یہ ہے کہ اس میں دوسرے حکم کا بھی احتمال ہو۔[14] یہی تحقیق "المسودة في أصول الفقه" میں لکھی ہے: "ومنه ما لم يكن قصد المتكلم إلا القسم الادنى لكن يعلم أنه يثبت مثل ذلك الحكم في الأعلى وهذا ينقسم إلى مقطوع ومظنون "[15]

"اور (فحوی الخطاب) میں سے وہ ہے جس کی متکلم نے تکلم کرتے وقت کسی ادنی کا قصد کیا ہو لیکن یہ معلوم ہو چکا ہو کہ اس کے مثل کا حکم اعلی میں ثابت ہے، اور یہ مقطوع اور مظنون کی طرف منقسم ہے"۔

---

[12] جوینی، ابوالمعالی، عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف، البرہان، دارالکتب العلمیہ، 1418ھ، ج،1، ص298

Juwayni, Abu al-Maali, Abdul Malik bin Abdullah bin Yusuf, Al-Burhan, Dar al-Kutub al-Alamiyyah, 1418 AH, vol. 1, p 298

[13] بخاری، عبدالعزیز بن احمد بن محمد، علاءالدین، کشف الاسرار، دارالکتب العلمیہ، 1418ھ، ج2، ص373

Bukhari, Abdulaziz bin Ahmad bin Muhammad, Aladdin, Kashf al-Asrar, Dar Kitub al-Alamiyyah, 1418 AH, Volume 2, p 373

[14] زرکشی: بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ، البحر المحیط فی اصول فقہ، دارالکتب العلمیہ، 1421ھ، ج3، ص94

Zarakshi: Badr al-Din Muhammad bin Bahadur bin Abdullah, Al-Bahr al-Maqir fi Usul al-Fiqh, Dar al-Kutub al-Alamiyyah, 1421 AH, vol. 3, p. 94.

[15] اس کو آل "تیمیہ" نے تالیف کی ہے، حصہ اول، "امام ابن تیمیہ کے دادا" دوسرا حصہ امام تیمیہ کے باپ نے اور تکملہ امام ابن تیمیہ نے، المسودة فی اصول الفقہ، دار الکتب العربی/347

It was compiled by the Taymiyyah family, the first part by Imam Ibn Taymiyyah's grandfather, the second part by Imam Taymiyyah's father, and the completion by Imam Ibn .Taymiyyah, Al-Masuda fi Usul al-Fiqh, Dar al-Kuttab al-Arabi. p 347

وہ مقطوع جس میں حکم منطوق کے مطابق ہو اس کی مثال قرآن پاک میں اللہ کا ارشاد ہے: فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ-[16]"ان دونوں کو اف تک نہ کہو"۔ اس میں والدین کو کسی بات پر اف کہنے سے بھی اولاد کو منع کیا گیا، اس سے اس بات پر استدلال کرنا کہ انہیں مارنا پیٹنا اور برا بھلا کہنا بھی ممنوع ہے یہی مفہوم موافق مقطوع ہے۔

مظنون کی مثال، ذمی کے لیے شفعہ ہے یا نہیں؟ امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک ہے کہ اس کے لیے شفعہ نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے ایک روایت سے استدلال کیا ہے، اس روایت میں ہے کہ "سہیل بن ابی صالح" کہتے ہیں:

"خَرَجْتُ مَعَ أَبِي إِلَى الشَّامِ، فَجَعَلُوا يَمُرُّونَ بِصَوَامِعَ فِيهَا نَصَارَى فَيُسَلِّمُونَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ: أَبِي لَا تَبْدَءُوهُمْ بِالسَّلَامِ، فَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، حَدَّثَنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَبْدَءُوهُمْ بِالسَّلَامِ، وَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فِي الطَّرِيقِ فَاضْطَرُّوهُمْ إِلَى أَضْيَقِ الطَّرِيقِ"[17]

"میں اپنے والد کے ساتھ ملک شام کے سفر پر نکلا تو ہم لوگ ان کے گرجا گھروں کے پاس سے گذرنے لگے جن میں عیسائی تھے تو انہیں سلام کرنے لگے میرے والد نے کہا کہ تم انہیں سلام میں پہل نہ کرو۔ کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کہی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کافروں کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو اور اگر تم راستہ میں ان سے ملو تو انہیں تنگ ترین راستہ چلنے پر مجبور کردو"۔

اس روایت سے امام احمد بن حنبلؒ نے استدلال کیا ہے کہ اس ارشاد سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب راستہ میں اس کی مرضی کے مطابق اس کو کوئی حق نہیں ہے تو شفعہ میں بھی اس کو حق نہیں دینا چاہیے۔ امام احمد بن حنبل کا یہی منہج بلفظہ امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ:

"ما احتج به أحمد رضي الله عنه (الى ان قال) واحتج على أن لا شفعة لذمي بقوله: "إذا لقيتموهم في طريق فألجئوهم إلى أضيقه" فاذا كان ليس لهم في الطريق حق فالشفعة أحرى أن لا يكون لهم فيها حق وهذا مظنون."[18]

مفہوم موافق کے معتبر ہونے کی شرائط

مفہوم موافق کے معتبر ہونے کی شرط یہ ہے کہ محل نطق میں صرف لفظ سے معنی سمجھ میں آجائے اور مفہوم منطوق سے یا تو اولی اور بہتر ہو یا کم از کم برابر کا درجہ رکھتا ہو، منطوق سے اولی ہونے کی مثال میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو اللہ تعالی نے والدین کو "اُف" تک کہنا حرام قرار دیا ہے لیکن اللہ تعالی کے ارشاد سے حتمی طور پر یہ بات بھی سمجھ میں آرہی ہے کہ والدین کو مارنا اور گالی دینا بدرجہ اولی حرام ہے۔ کیونکہ ان دونوں صورتوں میں "اف" کہنے سے بڑھ کر اذیت ہے، اس طرح والدین کو اُف کہنے کا حرام ہونا جو منطوق ہے اس سے مارنا اور گالی دینا حرمت میں بڑھا ہوا (اولی) ہے جو مسکوت عنہ اور مفہوم ہے اور مفہوم منطوق سے اولی تو نہ ہو البتہ دونوں کا درجہ ہم پلہ ہو اور دونوں حکم کے لحاظ سے برابر ہوں۔ علامہ ابن نجار حنبلیؒ "شرح الکوکب المنیر" میں لکھتے ہیں:

"وشرطه أي شرط مفهوم الموافقة فهم المعنى من اللفظ في محل النطق وأنه أي المفهوم أولى من المنطوق أو مساو له، وبعضهم يسمي الأولوي بفحوى الخطاب، والمساوي بلحن الخطاب، فمثال الأولوي ما يفهم من اللفظ بطريق القطع كدلالة تحريم التأفيف على تحريم الضرب؛ لأنه أشد"[19] "مفہوم موافق کے معتبر ہونے کی شرط یہ ہے کہ محل نطق میں صرف لفظ سے معنی سمجھ میں آجائے اور یہ مفہوم

---

[16] القرآن 17 : 23
Al-Quran 17 : 23

[17] السجستانی، ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، ن، دار رسالۃ العالمیہ، 1430ھ، رقم الحدیث 5205، ج4، ص352
Al-Sajistani, Abu Dawood, Sulaiman bin Al-Asha'ath, Sunan Abi Dawood, n., Dar Risalat al-Alamiya, 1430 AH, Hadith Volume 5205, Vol. 4, p 352

[18] المسودۃ فی اصول الفقہ/347
Al-Masudah fi Usul al-Fiqh /347

[19] ابن نجار، ابوالبقاء، تقی الدین محمد بن احمد بن عبدالعزیز، شرح الکوکب المنیر، مکتبۃ العبیکان، 1418ھ، ج3، ص481
Ibn Najjar, Abu al-Barqat, Taqi al-Din Muhammad bin Ahmad bin Abdulaziz, Sharh al-Kukub al-Munir, Muqabat al-Ubaikan, 1418 AH, vol.3, p 481

منطوق سے یاتو اولی ہو یا اس کے برابر کا درجہ میں ہو، بعض نے اولی کو "فحوی الخطاب" اور مساوی کو "لحن الخطاب" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ منطوق سے اولی ہونے کی مثال جس کی حرمت بطریق القطع معلوم ہو کر سمجھ میں آرہی ہے وہ والدین کو "اُف" کہنے کی حرمت ہے جس سے مارنے کی تحریم بھی سمجھ میں آرہی ہے کیونکہ مارنا "اف" کہنے سے زیادہ سخت ہے"۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی سبحانہ کا ارشاد ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا۔[20]"جو لوگ کہ کھاتے ہیں مال یتیموں کا ناحق وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب (یہ لوگ) داخل ہوں گے آگ میں"۔ اللہ تعالی نے اس آیت کریمہ میں یتیم کے مال کو بلا استحقاق کھانے کو حرام قرار دیا ہے تو جس طرح یتیم کا مال بلا استحقاق خود کھانا حرام ہے اسی طرح اس کے مال میں بیجا خرد برد اور تصرف کرنا یا دوسروں کو کھلا دینا خواہ بطورِ خیرات ہی کیوں نہ ہو حرام ہے کیونکہ یہ سب تصرفات برباد کرنے کے مترادف ہے۔

مفہوم مخالف کی اقسام

علامہ قرافی مالکی نے مفہوم مخالف کی دس قسمیں بیان کی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہیں: "مفهوم العلة "

کسی حکم کو کسی علت پر معلق کیا جائے جیسے شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ وہ نشہ لاتی ہے اس موقعہ سے یہ استدلال کرنا کہ جب علت نہیں پائی جائے گی تو حکم بھی نہیں پایا جائے گا اسے مفہوم علت کہتے ہیں۔ علامہ قرافی مالکی نے اس کی مثال "ما أسکر فهو حرام" دی ہے۔[21]

"مفهوم الصفة" جہاں کسی وصف پر کوئی حکم لگایا جائے اگر وہ وصف نہ رہے تو وہاں یہ استدلال کرنا کہ وہ حکم بھی یہاں نہ ہوگا، جیسے جو جانور سال کے اکثر حصے میں چراگاہ اور جنگلوں میں چرایا جاتا ہو، ان میں زکوۃ ہے، اس سے یہ استدلال کرنا کہ جو جانور سال کے اکثر حصہ میں گھر پر چارہ کھاتا ہو، چراگاہ میں نہ چرایا جاتا ہو ان میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی، یہی مفہوم صفت ہے۔ علامہ قرافی مالکی اس قسم کی مثال دیتے ہوئے لکھتے: "نحو قوله عليه الصلاة والسلام في سائمة الغنم الزكاة"[22]"جو جانور چراگاہوں میں چرایا جاتا ہو ان میں زکوۃ ہے"۔

مفہوم صفت سے استدلال کرنے کی چار درج ذیل بنیادی شرائط ہیں:

الف: وہ صفتِ کاشفہ نہ ہو، یعنی اس صفت سے محض موصوف کی وضاحت مقصود نہ ہو۔

ب: اس سے کسی کے مدح وذم کا ارادہ نہ کیا گیا ہو۔

ج: رواج کے مطابق اسے ذکر نہ کیا گیا ہو۔

د: موصوف سے متعلق کسی سوال کا جواب نہ ہو۔[23]

"مفہوم الشرط والجزاء"

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی حکم کو شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو اس سے یہ استدلال کرنا کہ جب شرط منتفی ہوگی تو حکم بھی منتفی ہو جائے گا۔ علامہ ابوالحسن آمدی لکھتے: " الصنف الثاني مفهوم الشرط والجزاء كقوله تعالى: وإن كن أولات حمل فأنفقوا عليهن وقوله صلى الله عليه وسلم إذا

---

[20] القرآن 10 : 4

Al-Quran 4 : 10

[21] قرافی، ابو العباس، شہاب الدین احمد بن ادریس، شرح تنقیح الفصول، ج1، ص53

Qarafi, Abu al-Abbas, Shihab al-Din Ahmad ibn Idris, Explanation of the Revision of the Chapters, Vol. 1, p 53

[22] ایضا، ص 532

Ibid, p 532

[23] المسودۃ فی اصول الفقہ، ص352

Al-Masudah fi Usul al-Fiqh, p 352

أتاكم كريم قوم فأكرموه "[24]دوسری قسم مفہوم شرط اور جزاء ہے جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے "اور اگر وہ حمل والی ہوں تو وضع حمل تک ان پر خرچ کرتے رہو" اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے جب تمہارے پاس کوئی معزز شخص آجائے تو اس کی عزت کیا کریں"۔

اس آیت میں یہ فرمان ہے کہ اگر مطلقہ حاملہ ہو تو اس پر خرچ کرو اور اس سے یہ استدلال کرنا کہ اگر مطلقہ، بائنہ، حاملہ نہ ہو تو شوہر پر اس کا نفقہ لازم نہ ہو گا یہ مفہوم شرط کہلائے گا۔

"مفہوم الاستثناء"

اس کا مطلب یہ ہے کہ نفسِ وجود مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کے وجود میں منحصر ہے، علامہ ابوالحسن آمدیؒ نے "مفہوم استثناء" کی دو مثالیں دی ہیں۔ ایک لا إله إلا الله اور دوسرا" لا عالم في البلد إلا زيد "[25]

یہاں نفسِ وجود مستثنیٰ منہ "اللہ" یا "زید" مستثنیٰ "الٰہ" یا "بلد" کے وجود میں منحصر ہے۔ اس مفہوم کا فائدہ یہ ہے کہ وجود مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کے وجود پر منحصر ہے جو کہ الوہیت میں توحید اور نفوس میں استثناء کی غرض سے لایا جاتا ہے۔

"مفہوم الغایۃ"

منطوق میں جب حکم کی کوئی حد مقرر کی گئی ہو تو اس حد پر اس کا حکم تو خود بخود منتہی ہو جائے گا؛ لیکن اس سے یہ استدلال کرنا کہ اس حد کے بعد منطوق کے علاوہ دوسرا حکم ثابت ہے یہی مفہوم غایت ہے، جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَاضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ۔[26]

آیت بالا میں مسافر کو نمازوں میں قصر کی اجازت دی گئی ہے، اس سے یہ استدلال کرنا کہ سفر ختم ہونے کے بعد قصر کی اجازت ختم ہو جائے گی مفہوم غایت ہے۔ علامہ قرافی مالکی نے اس کی مثال "أتموا الصيام إلى الليل" دی ہے[27] اور ابوالحسن آمدی نے تین مثالیں دی ہیں۔ اول "فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره" دوم "ولا تقربوهن حتى يطهرن" اور سوم "حتى يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون"[28]

غایہ سے متعلق دقیق بحث صاحب ہدایہ نے کی ہے کہ غایت، مغیا کے حکم میں شامل ہے کہ نہیں، امام زفر کے نزدیک غایہ، مغیا کے حکم میں مطلقا شامل نہیں، جبکہ جمہور احناف کے نزدیک اگر غایت، مغیا کے جنس سے ہو تو حکم میں شامل ہو گا، اور اگر غایت، مغیا کی جنس سے نہ ہو تو حکم میں شامل نہ ہو گا۔[29]

---

[24] آمدی، ابوالحسن، سید الدین علی بن ابی، الاحکام فی اصول الاحکام، مکتبۃ الاسلامی بیروت، ج 3، ص 70

Amadi, Abu al-Hasan, Syed al-Din Ali bin Abi, Al-Ahakm fi Usul al-Ahakm, Makbatul al-Islami Beirut, vol.3, p 70

[25] ایضاً، ص 70

Ibid , p 70

[26] القرآن 4 : 101

Al-Quran 4 : 10

[27] قرافی، ابوالعباس، شہاب الدین احمد بن ادریس، شرح تنقیح الفصول، ج 1، ص 53

Qarafi, Abu al-Abbas, Shihab al-Din Ahmad ibn Idris, Explanation of the Revision of the Chapters, Vol. 1, p 53

[28] آمدی، ابوالحسن، سید الدین علی بن ابی، الاحکام فی اصول الاحکام، ج 3، ص 70۔

[29] المرغینانی، ابوالحسن بن ابی بکر بن عبد الجلیل، الہدایہ، مکتبۃ البشریٰ، 1428ھ، ج 1، ص 22

Al-Morghinani, Abu Al-Hasan bin Abi Bakr bin Abd al-Jalil, Al-Hudaiya, Muqat al-Bashri, 1428 AH, Vol. 1, p 22

"مفہوم الحصر"

جو حکم کلماتِ حصر میں سے کسی کلمہ کے ذریعہ بیان کیا جائے اس سے یہ استدلال کرنا کہ اس کی ضد میں حکم نہیں ہوگا بلکہ اس کے خلاف حکم ثابت ہے یہ مفہوم حصر کہلاتا ہے۔علامہ قرافی مالکی نے اس کی مثال "إنما الماء من الماء"[30] سے دی ہے۔یعنی "پانی پانی سے ہے" مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس کا ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ محض خواب دیکھنے سے غسل واجب نہیں ہوتا بلکہ سو کر اٹھنے کے بعد اگر کپڑے وغیرہ پر منی کی تری دیکھی جائے تو غسل واجب ہو جائے گا۔گویا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس توجیہ کے پیش نظر اس حدیث کو منسوخ ماننے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔یہاں پانی کا حکم پانی میں منحصر ہے۔اس کا ایک اور مطلب بھی بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مبتداء کا حکم خبر میں منحصر ہے۔چنانچہ علامہ ابوالحسن آمدیؒ لکھتے ہیں:

"مفهوم حصر المبتدأ في الخبر كقوله: العالم زيد وصديقي عمرو"[31]

"مفہوم حصر کا مطلب یہ ہے کہ مبتداء کا حکم خبر میں منحصر ہو جیسے "العالم زید" اور "صدیقی عمرو"۔

"تعلیق الحکم بعدد خاص"

کوئی حکم کسی خاص عدد کے ساتھ معلق ہو اب اس سے یہ استدلال کرنا کہ اگر وہ عدد نہ پایا جائے تو اس حکم کی نقیض ثابت ہو گی خواہ عدد زیادہ ہو یا کم ہو۔علامہ قرافی مالکی نے اس کی درج ذیل مثال پیش کی ہے،اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ[32]

اس آیت میں جوان غیر شادی شدہ زانی کو سو کوڑے مارنے کا حکم ہے،اب اس سے یہ استدلال کرنا کہ اس سے زائد یا کم کوڑے لگانے کی اجازت نہ ہو گی یہ مفہوم عدد ہے۔

"مفہوم اللقب"

اسم علم یا اسم نوع کے ساتھ حکم کو معلق کرنا مفہوم لقب کہلاتا ہے، جیسے "فی الغنم زکوٰۃ" میں زکوٰۃ کے وجوب کا حکم ایک اسم نوع "غنم" پر معلق کیا گیا ہے، اب اس سے یہ استدلال کرنا کہ غیر غنم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اس کو مفہوم لقب کہلاتا ہے۔علامہ قرافی مالکی لکھتے ہیں:

"وهو تعليق الحكم على مجرد الذوات نحو في الغنم الزكاة وهو أضعفها"[33]

"اور یہ خالص طور پر حکم کو ذوات پر معلق کرنا ہے جیسے "بکریوں میں زکوۃ ہے" اور وہ اس کا دوگنا ہے"۔

"مفہوم الزمان"

جیسے "سافرت یوم الجمعۃ" کہ میں نے جمع کے دن سفر کی۔

"مفہوم المکان"

یہ دونوں مستقل اقسام نہیں ہیں بلکہ حقیقت میں یہ مفہوم صفت ہی کی اقسام ہیں ان میں کوئی خاص حالت مخصوص زمانہ یا مکان کی تعیین ہوتی ہے،ان سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ اس کی ضد میں اس کے خلاف حکم ثابت ہے۔یہی بات بلفظہ علامہ قاضی شوکانیؒ نے لکھی ہے:

---

30 بن نجار، ابوالبقاء، تقی الدین محمد بن احمد بن عبدالعزیز، شرح تنقیح الفصول، ج1، ص53

Bin Najjar, Abu Al-Barqat, Taqi al-Din Muhammad bin Ahmad bin Abdul Aziz, Sharh Tanqih al-Fusul, Vol. 1, p 53

31 آمدی، ابوالحسن، سیدالدین علی بن ابی، الاحکام فی اصول الاحکام، ج3، ص70

Amadi, Abu al-Hasan, Sayyid al-Din Ali bin Abi, Al-Ahakm fi Usul al-Ahakm, Vol. 3, p 70

32 القرآن 24 : 02

Al-Quran 24 : 02

33 ایضاً ص 71

Amadi, Abu al-Hasan, Vol. 3, p 71

"وهو في التحقيق داخل في مفهوم الصفة، باعتبار متعلق الظرف المقدر(الى ان قال) وهو أيضا راجع إلى مفهوم الصفة، لما عرفت في النوع الذي قبله "[34]"اور تحقیق یہ ہے کہ یہ مفہوم صفت میں داخل ہے اس اعتبار سے کہ اس کا متعلق ظرف مقدر سے ہے۔آگے لکھتے ہیں کہ اور اسی طرح یہ مفہوم صفت کی طرف راجع ہے جیسا کہ تم نے اس سے پہلے نوع میں جانا۔

مفہوم مخالف اور ائمہ کا اختلاف

سابق میں مفہوم مخالف کی جن اقسام پر تحقیق کی گئی ہے ان کے شرعاً معتبر ہونے یا نہ ہونے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے، امام مالکؒ، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ نے جزوی اختلاف کرتے ہوئے عام طور سے ان تمام اقسام سے سوائے مفہوم لقب کا اعتبار کیا ہے اور بہت سے مسائل میں ان پر بنیاد رکھی ہے لیکن احناف نے مفہوم مخالف کو جملہ اقسام کے ساتھ اکثر غیر معتبر ہی مانا ہے۔

فقہائے احناف کی طرف اس بات کی نسبت کی جاتی ہے کہ انہوں نے نصوصِ شرعیہ میں مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں کیا ہے حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے۔ فقہ حنفی کا تتبع کرنے والا ہر شخص اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ دعویٰ اکثر ابواب فقہیہ کے لحاظ سے تو صحیح ہے لیکن کلی طور پر یہ کہنا کہ جملہ ابواب میں اسی طرح ہوا ہے یہ صحیح نہیں ہے بلکہ عام طور پر فقہاء احناف نے ان نصوصِ شرعیہ میں مفہوم مخالف کو معتبر مانا ہے جن کا تعلق عقوبات سے ہے۔ چنانچہ علاؤ الدین حصکفیؒ، علامہ قہستانی کے متعلق تحریر کرتے ہیں: "لمفهوم معتبر في نص العقوبة كما في قوله تعالى كلا إنهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون وأما اعتباره في الرواية فأكثري لا كلي "[35]"عقوبات سے متعلق نصوص میں مفہوم مخالف معتبر ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ہر گز ایسا نہیں ہے بے شک وہ اس دن اپنے رب (کے دیدار) سے محروم ہوں گے۔ اور رہی روایت مفہوم مخالف کا اعتبار تو یہ اکثری ہے نہ کہ کلی"۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ قیامت کے دن کفار اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے اور یہ چیز ان کے لیے اسی وقت باعث حرمان و یاس ہو گی جب مسلمان اس دن اپنے رب کا دیدار کر رہے ہوں کیونکہ اگر ان کو بھی اللہ تعالی کا دیدار حاصل نہ ہو اور نہ کافروں کو تو پھر یہ چیز ان کے لیے باعث افسوس نہیں ہو گی"۔

آیت میں قیامت کے دن کفار کی ایک عقوبت (سزا) مذکور ہے کہ وہ اللہ تعالی کے دیدار سے محروم رہیں گے یہاں احناف نے بھی مفہوم مخالف کا لحاظ کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ "مؤمنین قیامت میں دیدارِ خداوندی سے محروم نہ ہوں گے "کیونکہ اگر یہ مانا جائے تو کفار کے لیے عدم دیدار کی عقوبت کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں: "لأن أهل السنة ذكروا من جملة الأدلة على جواز رؤيته تعالى في الآخرة هذه الآية؛ حيث جعل الحجب عن الرؤية عقوبة للفجار، فيفهم منه أن المؤمنين لا يحجبون، وإلا لم يكن ذلك عقوبة للفجار"[36]

"اس لیے کہ اہل سنت والجماعت نے جملہ دلائل سے آخرت میں رؤیت باری تعالی کا جواز بھی اس آیت سے ذکر کیا ہے۔ وہ ایسے طریقہ پر کہ روزِ آخرت اللہ فجار کو اپنی رؤیت سے محروم کر کے سزا دے گا۔ تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مومنین اس سے محروم نہیں ہوں گے اگر یہ نہ مانا جائے تو کفار کے لیے عدم دیدار کی عقوبت کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا"۔

---

[34] شوکانی، محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ، ارشاد الفحول، ج2، ص48
Shoukani, Muhammad bin Ali bin Muhammad bin Abdullah, Arshad al-Fawhol, Vol. 2, p 48

[35] حصکفی، محمد بن علی بن محمد، الدر المختار شرح تنویر الابصار، دار الکتب العلمیہ، 1423ھ، ج1، ص21
Haskafi, Muhammad bin Ali bin Muhammad, Al-Dur al-Mukhtar Sharh Tanweera al-Bassar, Dar al-Kitab al-Alamiyyah, 1423 AH, vol.1, p 21

[36] شامی، ابن عابدین، محمد بن امین بن عمر، رد المحتار علی الدر المختار، ن، دار الفکر بیروت، 1412ھ، ج1، ص111
Shami, Ibn Abidin, Muhammad bin Amin bin Umar, Rid al-Muhthar Ali al-Dur al-Mukhtar, n., Dar al-Fikr Beirut, 1412 AH, vol.1, p 111

احناف کے نزدیک مفہوم مخالف کے عدم اعتبار کا مطلب

فقہائے احناف کا مذہب یہ ہے کہ مفہوم مخالف صرف بعض ابواب فقہیہ میں معتبر ہے، اس کے علاوہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ فقہی روایات اور لوگوں کی عام بول چال میں بھی مفہوم کی تمام اقسام حتی کہ مفہوم لقب بھی معتبر ہے لیکن جہاں تک مفہوم مخالف کے عدم اعتبار کا تعلق ہے اس بارے میں علامہ وہبۃ الزحیلیؒ لکھتے ہیں:"والمراد بعدم اعتبار مفهوم المخالفة في النصوص: أن مثل قولك: أعط الرجل العالم، أو أعط زيداً إن سألك، أو أعطه إلى أن يرضى، أو أعطه عشرة، أو أعطه ثوباً، لا يدل على نفي الحكم عن المخالف للمنطوق، بمعنى أنه لا يكون منهياً عن إعطاء الرجل الجاهل، بل هو مسكوت عنه، وباق على العدم الأصلي، حتى يأتي دليل يدل على الأمر بإعطائه، أو النهي عنه "[37]

"اور نصوص میں مفہوم مخالف کے عدم اعتبار کا مطلب یہ ہے جیسے عالم شخص کو دے دو، یا زید اگر تجھ سے مانگے تو دے دو، یا جب تک وہ راضی نہ ہو اسے دو، یا اسے دس دو، یا اسے کپڑا دو۔ یہ منطوق کے مخالف حکم کی نفی پر دلالت کے لیے نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جاہل کو دینے کے بارے میں منع نہیں ہے بلکہ اس بارے میں حکم مسکوت ہے اور باقی عدم اصلی پر ہے جب تک ثبوت نہ آجائے جو اس کو دینے کی امر یا نہی پر دلالت کرے"۔

فقہی روایات میں مفہوم مخالف کا اعتبار

سابق میں ذکر ہوا کہ مفہوم موافق کے ذریعہ احتجاج تمام آئمہ کے نزدیک حجت ہے لیکن مفہوم مخالف ذریعہ احتجاج اختیار کرنا اکثر فقہائے احناف کے نزدیک جائز نہیں، البتہ شوافع کے نزدیک اس سے احتجاج کیا جاسکتا ہے لیکن یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ فقہاء اور آئمہ کا یہ اختلاف قرآن وسنت کے مفاہیم کے بارے میں ہے کہ آیا ان دونوں میں یا ان میں سے کسی ایک سے مفہوم مخالف کے ذریعہ سے احتجاج کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کے اقوال، کتبِ فقہ اور عوام کے کلام میں مفہوم مخالف معتبر ہے۔ علامہ ابن عابدن شامی اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ صحابہ کے ایسے ارشادات جو رائے واجتہاد سے نہ جانے جاسکتے ہوں وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہیں خواہ وہ مجتہدین صحابہ کرام ہوں یا بعد کے حضرات۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال جب مطابقِ قیاس نہ ہوں اور غیر مدرک بالقیاس ہوں تو ان کے اقوال بھی مرفوع حدیث کے حکم میں ہوں گے۔[38] اس لیے کوئی بھی صحابی اپنی طرف سے کوئی چیز نہیں بیان کرتا۔ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

"فإن مفاهيم الكتب حجة ولو مفهوم لقب على ما صرح به الأصوليون"[39]

"عبارات کتب میں مفہومِ مخالف حجت ہوتا ہے خواہ وہ مفہوم لقبی ہو، علمائے اصول نے یہی تصریح کی ہے"۔

اسی طرح بول چال میں فقہاء کے نزدیک مفہوم مخالف معتبر مانا گیا ہے، "التقریر والتحبیر" میں علامہ ابن ہمام کے قول" باقسامه في كلام الشارع فقط" کے تحت علامہ ابن امیر الحاج لکھتے ہیں: فقد نقل الشيخ جلال الدين الخبازي في حاشية الهداية عن شمس الأئمة الكردري أن تخصيص الشيء بالذكر لا يدل على نفي الحكم عما عداه في خطابات الشارع فأما في متفاهم الناس وعرفهم، وفي المعاملات والعقليات يدل، وتداوله المتأخرون ويتراءى أن عليه ما في خزانة الأكمل والخانية لو قال مالك: علي أكثر من مائة درهم كان إقرارا بالمائة ولا يشكل عليه عدم لزوم شيء في: ما لك علي أكثر من مائة، ولا أقل كما لا يخفى على المتأمل [40]

---

[37] زحیلی، وہب بن مصطفی، الفقہ الاسلامی وادلہ، دار الفکر بیروت، ج10، ص7628
Zuhaili, Wahab bin Mustafa, Islamic Jurisprudence and its application, Dar al-Fikr Beirut, vol. 10, p 7628

[38] شامی، ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی، رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر۔بیروت، 1412ھ، ج6، ص56
Shami, Ibn Abidin, Muhammad Amin bin Umar bin Abd al-Aziz Abidin al-Dumashqi al-Hanafi, Rid al-Muhttar Ali al-Dur al-Mukhtar, Dar al-Fikr-Beirut, 1412 AH, vol.6, p 56

[39] ایضاً، ج1، ص111
Ibid , Vol.1 , P 111

[40] ابن الموقت، ابو عبد اللہ، شمس الدین محمد بن محمد، ابن امیر الحاج، التقریر والتحبیر، دار الکتب العلمیہ، 1403ھ، ج1، ص117

شیخ جلال الدین خبازی نے ہدایہ کے حاشیہ میں شمس الائمہ کردری سے نقل کیا ہے کہ شارع کے ارشادات میں کسی چیز کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ اس کے ماسوا سے حکم کی نفی پر دلالت نہیں کرتا اور لوگوں کی باہمی گفتگو، عرف، معاملات اور دلائلِ عقلیہ میں دلالت کرتا ہے اور متاخرین نے اس بات کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہے، اور اسی پر وہ مسئلہ متفرع معلوم ہوتا ہے جو خزانۃ الاکمل اور خانیہ میں ہے کہ اگر کسی نے کہا آپ کے میرے ذمے سو درہم سے زیادہ نہیں ہے تو یہ سو کا اقرار ہو گیا اور اس پر اس صورت میں کوئی چیز لازم نہ ہونے سے اشکال وارد نہیں ہوتا جب کہ کہا ہو کہ آپ کے میرے ذمے سو درہم سے زیادہ بھی نہیں ہیں اور کم بھی نہیں ہیں، جیسا کہ دونوں میں غور کرنے پر فرق پوشیدہ نہیں ہے۔"

شمس الائمہ کردریؒ کہتے ہیں کہ کہ خاص طور پر کسی چیز کو ذکر کرنا عام طور پر اس کے علاوہ سے حکم کی نفی کی دلیل نہیں ہوتا؛ البتہ لوگوں کی عام بول چال عرف و معاملات اور عقلی دلائل میں اس تخصیص کا اعتبار کیا جاتا ہے، علماء متأخرین نے بھی بلا نکیر اسے معتبر گردانا ہے، مثلاً کوئی شخص دوسرے سے کہے "مالك علي أكثر من مأة درهم" کہ تمہارے میرے اوپر سو درہم سے زیادہ نہیں ہے، تو اس کا یہ قول سو درہم کے اقرار پر محمول ہو گا اور اقرار کا یہ حکم مفہوم مخالف کے اعتبار سے لگایا گیا ہے؛ کیونکہ عام بول چال میں اس جملہ سے یہی مراد لیا جاتا ہے؛ ہاں! اگر کم کی بھی صراحت کردے مثلاً یہ کہے "مالك علي أكثر من مأة درهم ولاأقل" کہ تمہارا میرے اوپر نہ سو درہم سے زیادہ ہے اور نہ کم تو اس صورت میں ایک درہم کا بھی اقرار ثابت نہ ہو گا، اس لیے کہ متکلم نے اکثر کے مقابلہ میں اقل کا بھی انکار کر دیا اور عام بول چال میں اس جملہ کا یہی مطلب ہوا کرتا ہے کہ اس سے اس کے ذمہ کچھ بھی لازم نہ ہو گا۔[41]

فقہی روایات میں مفہوم مخالف کا اعتبار

شامیؒ نے "شرح عقود رسم المفتی" میں "غایۃ البیان" کے حوالہ سے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ "وليس على المرأة أن تنقض ضفائرها" کہ غسل کے وقت عورت پر اپنی گوندھی ہوئی چوٹیاں کھولنا ضروری نہیں ہے۔ پھر آگے یہ لکھا ہے کہ یہاں عورت کی قید سے مرد سے احتراز ہے کہ مرد پر بہر حال چوٹیاں کھولنا لازم ہے، کیونکہ اس کے لیے یہ رخصت نہیں ہے اور فقہی روایات میں حکم کو کسی ایک صورت کے ساتھ خاص کرنا اس صورت کے علاوہ کے لیے حکم مذکور ثابت نہ ہونے پر دال ہے۔[42]

صریح کے معارض مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں

متاخرین فقہائے احناف کے نزدیک لوگوں کے کلام میں مفہوم مخالف کا اعتبار کیا ہے اور اس کے ساتھ فقہی جزئیات میں بھی مفہوم مخالف معتبر مانا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ کوئی فقہی جزئیہ یا قولِ صریح اس کے خلاف موجود نہ ہو، اس لیے کہ صریح، مفہوم پر مقدم ہوتی ہے۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

ان المفهوم حجة علي قررناه اذا لم يخالف صريحا، فان التصريح مقدم علي المفهوم، كما صرح به الطرطوسي وغيره، وذكره الاصوليون في ترجيح الادلة، فاب القائلين باعتبار المفهوم في الادلة الشرعية انما يعتبروا اذا لم يات صريح، فيقدم الصريح ويلغي المفهوم[43]

Ibn al-Muqat, Abu Abdullah, Shams al-Din Muhammad bin Muhammad, Ibn Amir al-Hajj, al-Tafari wa al-Tahibir, Dar al-Kutub al-Alamiya, 1403 AH, vol. 1, p 117

[41] ابن نجیم، سراج الدین، عمر بن ابراہیم، النہر الفائق فی شرح کنز الدقائق، دار الکتب العلمیہ، 1422ھ، ج2، ص141

Ibn Najaim, Sirajuddin, Umar Ibn Ibrahim, Al-Nahr al-Faiq fi Sharh Kunzal Daqeeq, Dar al-Kitab al-Alamiyyah, 1422 AH, Vol. 2, p 141

[42] شامی، ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی، شرح عقود رسم المفتی، ن، مکتبۃ البشری، 1430ھ، ص70

Shami, Ibn Abidin, Muhammad Amin bin Umar bin Abd al-Aziz Abidin al-Dumashqi al-Hanafi, Sharh al-Aqud al-Rism al-Mufti, n. 1430 H p 70

[43] ایضاً ص 70

Ibid, p 70

"بے شک مفہوم مخالف کے خلاف جب کوئی صریح موجود نہ ہو اس لیے کہ صریح مفہوم پر مقدم ہے جیسا کہ علامہ طرطوسیؒ وغیرہ نے اس کی صراحت کی ہے اور اہل الاصول نے اس کو دلائل کی ترجیح میں ذکر کیا ہے۔ جو لوگ (نصوصِ شرعیہ میں) مفہوم مخالف کے معتبر ہونے کے قائل ہیں وہ بھی اس کا اعتبار اس وقت کرتے ہیں جب کہ اس کے خلاف کوئی صریح نص نہ آئے ورنہ صریح مقدم ہو گا اور مفہومِ مخالف لغو ہو جائے گا۔

علل میں مفہوم مخالف کا اعتبار

شامیؒ نے "شرح عقود فقہائے احناف کے نزدیک علل میں مفہوم مخالف کا اعتبار مسلم ہے اور متعدد مقامات پر آئمہ نے اس کو معتبر مانا ہے۔ علامہ ابن عابدین رسم المفتی" میں "غایۃ البیان" کے حوالہ سے لکھا ہے:

وفي "غاية البيان"ايضا في باب جنايات الحج عند قوله: اذا ضال السبع علي المحرم فقتله لا شئ عليه، لما روي ان عمر تقل سبعا واهدي كبشا،وقال إنااابتدأناه ،علل لاهدائه بابتداء نفسه،فعلم به ان المحرم اذا لم يبتدء بقتله بل دفعا لصولته لا يجب عليه شئ والا لم يبق للتعليل فائدة[44]

"اور اسی طرح غایۃ البیان میں حج میں جنایات کے باب میں ہے اس قول کے تحت کہ "اگر کوئی درندہ یا جانور محرم پر حملہ کر دے اور محرم اس کو قتل کر ڈالے تو محرم پر کوئی دم وغیرہ واجب نہیں ہے "کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حالتِ احرام میں ایک درندہ کو مار دیا پھر اس کے عوض میں ایک مینڈھے کی قربانی کی اور اس عمل کی علت آپ نے یہ بیان فرمائی کہ "إنا ابتدأناہ" ہم نے درندہ پر حملہ کا اقدام کیا تھا، اس علت سے یہ حکم مستنبط ہوا کہ اگر محرم حملہ کا اقدام نہ کرے بلکہ اس کے حملہ کو روکنے کے لیے قتل کر دے تو اس پر کچھ واجب نہ ہو گا۔ اگر یہ مفہوم نہ لیا جائے تو پھر تعلیل کا کوئی فائدہ ہی نہ ہو گا"۔

مفہوم مخالف کی حجیت کے لیے شرائط

جملہ فقہاء نے مفہوم مخالف کے معتبر ماننے میں متعدد شرائط کا التزام کر کے استدلال کیا ہے۔ وہ شرائط درج ذیل ہیں:

جس میں اولویت یا مساوات کا ظہور نہ

جن مواضع میں مفہوم مخالف اعتبار کیا جاتا ہے ان میں سے پہلا مقام یہ ہے کہ مسکوت عنہ سے حکم کی نفی یا اثبات کے سواء کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو کسی بات کو خاص طور پر ذکر کرنے پر دلالت کرے، جیسے اس میں اولویت یا مساوات کا ظہور نہ ہو۔ اگر اولویت یا مساوات کا ظہور ہوا تو پھر وہ مفہوم مخالف نہ رہ جائے گا بلکہ مفہوم موافق ہو جائے گا۔ علامہ ابن نجار حنبلیؒ لکھتے ہیں:

وشرطه: أن لا تظهر أولوية بالحكم من المذكور "ولا مساواة في مسكوت عنه إذ لو ظهرت فيه أولوية أو مساواة، كان حينئذ مفهوم موافقة [45]

"اور اس کے تحقق کی شرط یہ ہے کہ مذکور میں حکم کے لحاظ سے اولویت یا مساوات کا ظہور نہ ہو، اس لیے کہ اگر اس میں اولویت یا مساوات کا ظہور ہو تو پھر وہ مفہوم مخالف نہ رہ جائے گا بلکہ مفہوم موافق ہو جائے گا"۔

اس سے موافق ایک اور تحقیق "مسلم الثبوت" کے مایہ ناز شارح علامہ ابن نظام الدین انصاریؒ نے "فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت" میں کی ہے:

بأن لا يكون للفظ دلالة على ثبوت الحكم فيما وراء المنطوق لا نفيا ولا إثباتا فيبقى المسكوت على ما قبل فينتفي الحكم لعدم مقتضيه[46]

"ایسے طریقہ پر کہ نفی اور ثبوت کے اعتبار سے منطوق سے ہٹ کر لفظ حکم کے ثبوت پر دلالت کرنے والا نہ ہو تا کہ مسکوت اپنے سابق حالت پر رہ جائے تو ایسی صورت میں عدم مقتضی کی وجہ سے حکم بھی منتفی ہو جائے گا"۔

جس میں عرف ملحوظ نہ ہو

---

[44] شامی، ابن عابدین، شرح عقود رسم المفتی، ص70

Shami, Ibn Abidin, Sharh Uqdut Rasm al-Mufti, p 70

[45] ابن نجار، ابو البقاء، شرح الکوکب المنیر، ج3، ص490

Ibn Najjar, Abu Al-Barqat, Sharh al-Kukub al-Munir, Vol. 3, p. 490

[46] انصاری، ابن نظام الدین، فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، موقع شبکۃ مشکاۃ الاسلامیہ، ج2، ص48

Ansari, Ibn Nizam al-Din, Fuatah al-Muhamut in the commentary of Muslim Al-Thawbat, Moqsaat Meshbak Mishkaat al-Islamiya, Vol. 2, p 48

دوسرا مقام یہ ہے جہاں عام عرف میں جیسا حکم ہو وہاں مفہوم مخالف کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ جیسے ربیبہ (گود میں پالی ہوئی بیٹی) کے حق میں جو حکم ہے وہاں مفہوم مخالف معتبر نہ ہوگا، اس لیے کہ عموماً ربیب یا ربیبہ اپنی ماں کے ساتھ ہوا کرتے ہیں اور جب ان کی ماں کا نکاح کسی سے ہوتا ہے تو وہ بھی اپنی ماں کے ساتھ دوسرے باپ کے پاس آجاتے ہیں اور وہیں ان کی پرورش ہوتی ہے، اس لیے قرآنِ پاک میں "فِي حُجُورِكُم" کا ذکر ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ربیبہ کی پرورش اس دوسرے شوہر کے بجائے کہیں اور ہو تو وہ شوہر ثانی کے لیے حلال ہے؛ کیونکہ آیت میں "فِي حُجُورِكُم" کا ذکر محض رواج اور واقعہ کے بیان کے لیے ہے۔ علامہ ابن نجار حنبلیؒ لکھتے ہیں:

ومن الثاني: ما أشار إليه بقوله "ولا خرج مخرج الغالب "فأما إن خرج مخرج الغالب فلا يعتبر مفهومه نحو قوله تعالى وربائبكم اللاتي في حجوركم من نسائكم اللاتي دخلتم بهن فإن تقييد تحريم الربيبة بكونها في حجره -لكونه الغالب- لا يدل على حل الربيبة التي ليست في حجره عند جماهير العلماء [47]

"اس کے اعتبار کرنے کی دوسری شرط وہ ہے جس کی طرف (ماتن نے) "ولا خرج مخرج الغالب" (جس میں غالب یعنی عام عرف ورواج کا لحاظ نہ ہو) کی عبارت میں اشارہ کیا ہے۔ اگر اس میں عام عرف ورواج کا لحاظ نہ ہو تو پھر وہاں مفہوم مخالف اعتبار نہ کیا جائے گا۔ جیسے ارشاد باری ہے "وربائبكم اللاتي في حجوركم "(اور تمہاری ربیبہ جو تمہاری گود میں ہو ان سے نکاح جائز نہیں) اس لیے کہ ربیبہ سے نکاح کی حرمت کی قید اس لیے لگائی گئی کہ وہ ان کے گود میں ہوتی ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک عام عرف کی رو سے ربیبہ کی حلت اس میں داخل نہیں ہے جو ان کے گود میں نہیں۔

منطوق کو مسکوت عنہ پر امتنان کی غرض سے نہ ہو

تیسرا مقام یہ ہے جہاں منطوق کو مسکوت عنہ پر امتنان اور احسان جتانے کی غرض سے ذکر نہ کیا ہو، جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا شمار کراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَهُوَالَّذِي سَخَّرَالْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًاطَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَفِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ [48]

"اور وہی تو ہے کہ جس نے تمہارے بس میں دریا کر دیا تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور (تاکہ) اس سے زیور (مونگا موتی) نکالو جس کو تم پہنتے ہو اور (اے مخاطب) تو اس میں جہاز دیکھتا ہے کہ پانی کو چیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں اور اس لیے بھی دریا کو مسخر کیا کہ تم اس کے فضل کو تلاش کرو اور اس لیے بھی کہ تم شکر کرو"۔

یہاں اس آیت میں منطوق کو مسکوت عنہ پر امتنان اور احسان جتانے کی غرض سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ اگر تازہ گوشت نہ ہو تو اسے نہ کھایا جائے؛ کیونکہ یہاں پر "طری" (تازہ) کی قید احسان کرنے کے لیے ہے۔ [49]

ذکر منطوق سے عدم تعظیم مقصود ہو

جہاں مفہوم مخالف کا اعتبار کیا جاتا ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ منطوق کے ذریعہ کسی چیز کی تعظیم اور تاکید حال کا ارادہ نہ کیا گیا ہو۔ امام ابوداوُدؒ نے "سنن" میں اپنے شیخ "امام قعنبیؒ" کی سند سے "زینب بنت ابی سلمہؓ" سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت زینب بنت جحشؓ فرماتی ہے میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر، أن تحد على ميت فوق ثلاث ليال، إلا على زوج أربعة أشهر وعشرا [50]

---

[47] ابن نجار، ابوالبقاء، شرح الکوکب المنیر، ج3، ص489
Ibn Najjar, Abu Al-Barqat, Sharh al-Kukub al-Munir, Vol. 3, p 489

[48] القرآن 16 : 14
Al-Quran 16 : 14

[49] شوکانی، ارشاد الفحول، ج2، ص40
Shoukani, Irshad al-Fawhol, Vol. 2, p 40

[50] السجستانی، ابوداؤد، سنن ابی داؤد رقم الحدیث 2299، ج2، ص290
Al-Sajistani, Abu Dawood, Sunan Abi Dawood, Hadith Number 2299, Volume 2, p 290

"جو بھی عورت اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے ہاں اپنے شوہر کا سوگ چار مہینے دس دن تک کیا کرے"۔ واضح رہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے "ایمان" کی قید مؤمن کی عظمت شان کے لیے لگائی ہے۔[51]

منطوق کے سیاق میں عموم نہ ہو

منطوق کے سیاق ور فتار سے یہ ظاہر نہ ہو کہ اس سے عموم کا ارادہ کیا گیا ہے؛ اگر عموم کا ارادہ ظاہر ہو گا تو وہاں مفہوم مخالف کا اعتبار نہ ہو گا، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[52] "اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

علامہ بدر الدین زرکشی لکھتے ہیں: أن لا يظهر من السياق قصد التعميم، فإن ظهر فلا مفهوم له كقوله تعالى: والله على كل شيء قدير لأنا نعلم أن الله قادر على المعدوم الممكن، وليس بشيء[53] "سیاق سے عموم ظاہر نہ ہوتا ہو اگر ایسا ظاہر ہو تو اس کا مفہوم مخالف معتبر نہ ہو گا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے "اس لیے کہ ہمیں معلوم ہے کہ اللہ معدوم ممکن پر بھی قادر ہے لیکن باوجود یہ کہ وہ شئ ہے بھی نہیں"۔

منطوق کے حکم میں استقلال ہو

جہاں مفہوم مخالف کا اعتبار کیا جاتا ہے، وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ منطوق کا ذکر اس طریقے سے ہو کہ وہ کسی کے تابع بنا کر نہ لایا گیا ہو بلکہ استقلال کے ساتھ ہو۔ اگر کسی کا تابع بنا کر ذکر کیا جائے گا تو اس میں مفہوم مخالف معتبر نہ ہو گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولا تباشروهن, وأنتم عاكفون في المساجد[54] "اور نہ ملو عورتوں سے جب تک کہ تم اعتکاف کرو مسجدوں میں"۔ یہاں مسجد کی قید اتفاقی ہے کیونکہ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اگر اعتکاف مسجد میں نہ ہو تو مباشرت جائز ہے کیونکہ یہاں مسجد کا لفظ اعتکاف کے تابع کے طور ذکر کیا گیا ہے لہٰذا اس کا یہ مطلب لینا غلط ہو گا کہ اگر مسجد میں اعتکاف نہ ہو تو حالتِ اعتکاف میں مباشرت جائز ہے۔

مفہوم منطوق کے لیے مبطل نہ ہو

مفہوم منطوق کے لیے مبطل نہ ہو اگر کسی مفہوم سے منطوق باطل ہو جائے تو اس کا مفہوم مخالف معتبر نہ ہو گا، حکیم بن حزامؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: قال لا تبع ما ليس عندك[55]

"تم کسی ایسی چیز کو نہ بیچو جو تمہارے پاس نہیں ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ جو چیز خرید و فروخت کا معاملہ کرتے وقت اپنی ملکیت میں نہ ہو اسے نہیں بیچنا چاہئے اب اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں اول تو یہ کہ وہ چیز نہ تو اپنی ملکیت میں ہو اور نہ اپنے پاس موجود ہو اس صورت میں تو اس چیز کی بیع صحیح ہی نہیں ہو گی دوم یہ کہ وہ اپنی ملکیت میں نہیں ہے ایک دوسرا شخص اس کا مالک ہے۔ حدیث بالا کا منطوق تو یہ ہے کہ جو چیز بائع کے پاس نہ ہو اسے وہ نہ بیچے اور اس کا مفہوم

---

51 ابن نجار، ابوالبقاء، شرح الکوکب المنیر، ج3، ص492
Ibn Najjar, Abu Al-Barqat, Sharh al-Kukub al-Munir, Vol. 3, p 492

52 القرآن 2 : 284
Al-Quran 2 : 284

53 زرکشی، االبحر المحیط فی اصول فقہ، ج5، ص146
Zarkashi, Al-Bahr al-Mawiyat fi Usul al-Fiqh, Vol. 5, p 146

54 القرآن 2 : 178
Al-Quran 2 : 178

55 ترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی، سنن الترمذی، داراحیاء التراث العربي-، بیروت، 1395ھ، رقم الحدیث 1232، ج3، ص534

مخالف یہ ہوگا کہ جو چیز بائع کے پاس نہ ہو اسے وہ بیچ سکتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ مفہوم مخالف منطوق کے حکم کو باطل کر رہا ہے؛ کیونکہ جو بات منطوق کی روشنی میں ممنوع ہے اسی کو مفہوم مخالف کی وجہ سے جائز قرار دینا لازم آ رہا ہے، اس لیے اس نص میں مفہوم مخالف کا اعتبار نہ ہوگا۔

منطوق کے حکم میں عدم اختصاص ہو

جہاں مفہوم مخالف کا اعتبار کیا جاتا ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے منطوق کسی ایسے سوال کے جواب میں واقع نہ ہو جو کسی خاص حکم یا خاص واقعہ سے متعلق ہو جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَاأَيُّهَاالَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ[56]

"اے ایمان والوں سود دو نا دو ن نہ کھاؤ، اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں فلاح ملے"۔

علامہ غلام رسول سعیدی آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"زمانہ جاہلیت میں ایک شخص دوسرے شخص کو مثلا ایک سال کی مدت کے لیے دس روپے کی زیادتی پر سو روپے قرض دیتا، اور جب ایک سال کے بعد مقروض رقم ادا نہ کر سکتا تو اب قرض خواہ ایک سو دس روپے پر دس روپے فی صد کے حساب سے سالانہ سود مقرر کر دیتا اس طرح ہر سال کرتا، یا کہتا کہ تمہیں ایک سال کی مزید مہلت دیتا ہوں لیکن تمہیں سو روپے کی بجائے دو سو روپے دینے ہوں گے، اسی طرح عدم ادائیگی کی صورت میں سال سو روپے کا اضافہ کرتا چلا جاتا۔ یہ سود در سود ہے اس کو سود مرکب بھی کہتے ہیں اس کے مقابلہ میں سود مفرد یہ ہے کہ اصل رقم سو روپے ہو اور قرض خواہ اس رقم پر مقروض سے دس فیصد سالانہ کے حساب سے سود وصول کرے۔ اس آیت میں سود مرکب کو حرام کیا گیا ہے لیکن اس آیت میں اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے کہ صرف سود مرکب حرام ہے۔[57]

علامہ غلام رسول سعیدیؒ سے پہلے یہی تحقیق علامہ قاضی شوکانیؒ نے کی ہے کہ اس کا یہ مفہوم ہر گز نہیں ہے کہ اگر بہت زیادہ بڑھا کر نہ ہو تو سود کھا سکتے ہیں، اس لیے کہ یہ نہی اس وقت آئی جب کفار آپس میں بہت بڑھا چڑھا کر سود لیتے تھے، جب وہ لوگ آپس میں معاملہ کرتے اور رقم ادا کرنے کی کوئی مدت متعین ہوتی اور وہ مدت آ جاتی تو کفار صاحب معاملہ کے پاس جاتے اور کہتے کہ یا تو میرا روپیہ ادا کرو یا پھر بڑھا کر دوا گر وہ اس وقت ادا نہ کر پاتا تو سود کو اصل کے ساتھ ملا کر سب کو اصل قرار دیتے اور پھر ایک وقت متعین کرتے؛ پھر اگر صاحب معاملہ متعین وقت پر روپیہ ادا نہ کرتا تو وہی عمل کرتے، اس طرح اصل دَین بڑھتا جاتا بالآخر کئی گنا سود لیتے، اسی پر مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ سود دو گنا کر کے نہ کھاؤ، ظاہر ہے کہ سود مطلق کھانا حرام ہے؛ مگر چونکہ یہ ایک خاص واقعہ سے متعلق ہے۔ اس لیے اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں ہوگا۔[58]

منکرین و قائلین کے دلائل کا تقابلی جائزہ

مفہوم مخالف کی حجیت پر امام شافعیؒ کے عمومی دلائل کا تحقیقی جائزہ

قے ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ قے ناقضِ وضو نہیں ہے۔ علامہ برہان الدین مرغینانیؒ (صاحبِ ہدایہ) لکھتے ہیں امام شافعیؒ نے درج ذیل روایت سے استدلال کیا ہے: قاء فلم يتوضأ[59]

At-Tirmidhi, Abu Isa Muhammad bin Isa, Sunan al-Tirmidhi, Dar Ahyaya al-Tarath al-Arabi Beirut, 1395 AH, Number of Hadith 1232, Volume 3, p

[56] القرآن 3 : 130

Al-Quran 3 : 130

[57] غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن، ن، رومی پبلیکشر اینڈ پرینٹرز لاہور، 2009ء، ج2، ص376

Ghulam Rasool Saeedi, Tabiyan-ul-Quran, n, Rumi Publications and Printers Lahore, 2009, vol. 2, p 376

[58] شوکانی، ارشاد الفحول، ج2، ص41

Shoukani, Irshad al-Fahul, vol.2, p 41

[59] المرغینانی، ابو الحسن بن ابی بکر بن عبد الجلیل، الہدایہ، مکتبۃ الاسلامیہ، ج1، ص14

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قے کی اور وضو نہیں کیا ہے"۔

امام شافعی نے مفہوم مخالف کے طور پر اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ قے ناقض وضو نہیں ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قے ناقض وضوء ہے اور وہ درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَصَابَهُ قَيْءٌ أَوْ رُعَافٌ أَوْ قَلَسٌ أَوْ مَذْيٌ، فَلْيَنْصَرِفْ، فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ، وَهُوَ فِي ذَلِكَ لَا يَتَكَلَّمُ[60] "عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کو نماز میں قے آئے یا نکسیر پھوٹے یا منہ بھر کر پانی نکلے یا مذی نکل جائے تو وہ واپس جا کر وضو کرے پھر اپنی نماز پر بنا کرے اور اس دوران وہ بات نہ کرے"۔

ہم کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا استدلال کمزور ہے کیونکہ اس حدیث میں تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ قے وضو کو فوراً لازم نہیں کرتی اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، اختلاف اس کے ناقض وضو ہونے میں ہے اور حدیث میں اس کے متعلق کوئی چیز ذکر نہیں کی گئی ہے۔

پانی میں مکھی یا مچھر گر جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام شافعی کے نزدیک پانی نجس ہو جائے گا، کیونکہ جن چیزوں کا گوشت ان کی کرامت کی وجہ سے حرام نہ ہو وہ چیزیں نجس اور ناپاک ہوتی ہیں۔ مکھی اور مچھر کا گوشت کرامت کی وجہ سے حرام نہیں تو یہ نجس ہوں گے اور نجس چیزیں پانی میں گر جائیں تو پانی بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔ امام شافعیؒ نے مفہوم مخالف کے طور پر درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ[61]

"حرام کر دیا گیا ہے تم پر مردار"۔

جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکھی یا مچھر کے پانی میں گرنے سے پانی نجس نہیں ہوگا، صاحب اصول شاشی نے امام شافعی کے استدلال کو کمزور بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نص قرآنی سے مردار حرام ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ اختلاف اس بات میں ہے کہ مردہ چیز کے پانی میں گرنے سے پانی ناپاک ہو گا یا نہیں اور اس آیت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ آیت اس بارے میں ساکت ہے[62]

اگر کپڑے پر کوئی نجاست لگ جائے تو امام شافعی کے نزدیک پانی کے علاوہ کسی دوسری چیز سے کپڑا پاک نہیں ہوگا، مفہوم مخالف کے طور پر ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حُتِّيهِ ثمَّ اقرُصيهِ بالماء ثمَّ انضَحيهِ[63]

"کپڑے سے خون کھرچے پھر ملئے، پھر اچھی طرح اس پر پانی چھڑکئے"۔

جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جس طرح کپڑا پانی سے پاک ہوتا ہے، اسی طرح ہر بہنے والی پاک چیز سے بھی کپڑا پاک ہوتا ہے، مثلاً سرکہ پاک ہو تو اس سے کپڑا پاک ہو جائے گا۔ باقی امام شافعی کا استدلال کمزور ہے کیونکہ حدیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ خون جب تک اپنے محل پر موجود ہو، اس کا پانی سے دھونا واجب ہے اور اس مسئلہ میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف اس بارے میں ہے کہ خون کے زائل ہونے کے بعد وہ جگہ سرکہ سے دھوئی جائے تو پاک ہو گی یا نہیں، اس حدیث میں اس بارے میں کوئی بات ثابت نہیں ہوتی۔

Al-Marghinani, Abu Al-Hasan bin Abi Bakr bin Abdul Jalil, Al-Hudaiya, Muqat al-Islamiyya, vol.1, p 14

[60] القزوینی، ابو عبداللہ بن یزید، سنن ابن ماجہ، دار احیاء کتب العربیہ، رقم الحدیث 1221، ج1، ص385

Al-Qazwini, Abu Abdullah Ibn Yazid, Sunan Ibn Majah, Dar Ahyaya Kitab al-Arabiyyah, Hadith Volume 1221, Vol. 1, p 385

[61] القرآن 5 : 3

Al-Quran 5 : 3

[62] شاشی، ابو علی احمد بن محمد بن اسحاق، اصول الشاشی، دار الکتاب العربی، بیروت، ص178

Shashi, Abu Ali Ahmad ibn Muhammad ibn Ishaq, Usul al-Shashi, Dar al-Kitab al-Arabi, Beirut, p 178

[63] سنن ابی داؤد، رقم الحدیث 362، ج1، ص99

Sunan Abi Dawud, Number of Hadith 362, Volume 1, p 99

اگر کسی کے پاس بکریوں کا نصاب موجود ہو اور اس پر زکوۃ کے طور پر ایک بکری واجب ہو تو وہ بکری کی بجائے اس کی قیمت بطور زکوۃ ادا کر دے تو امام شافعیؒ کے نزدیک زکوۃ ادا نہ ہوگی۔ مفہوم مخالف کے طور پر ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ كِتَابَ الصَّدَقَةِ، فَلَمْ يُخْرِجْهُ إِلَى عُمَّالِهِ حَتَّى قُبِضَ، فَقَرَنَهُ بِسَيْفِهِ، فَلَمَّا قُبِضَ عَمِلَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى قُبِضَ، وَعُمَرُ حَتَّى قُبِضَ، وَكَانَ فِيهِ: "فِي خَمْسٍ مِنَ الإِبِلِ شَاةٌ، وَفِي عَشْرٍ شَاتَانِ، وَفِي خَمْسَ عَشْرَةَ ثَلَاثُ شِيَاهٍ، وَفِي عِشْرِينَ أَرْبَعُ شِيَاهٍ، وَفِي خَمْسٍ وَعِشْرِينَ بِنْتُ مَخَاضٍ إِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا ابْنَةُ لَبُونٍ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا حِقَّةٌ إِلَى سِتِّينَ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا جَذَعَةٌ إِلَى خَمْسٍ وَسَبْعِينَ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا ابْنَتَا لَبُونٍ إِلَى تِسْعِينَ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا حِقَّتَانِ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ، وَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ ابْنَةُ لَبُونٍ، وَفِي الشَّاءِ: فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ شَاةً شَاةٌ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَإِذَا زَادَتْ فَشَاتَانِ إِلَى مِائَتَيْنِ، فَإِذَا زَادَتْ فَثَلَاثُ شِيَاهٍ إِلَى ثَلَاثِ مِائَةِ شَاةٍ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِ مِائَةِ شَاةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةِ شَاةٍ شَاةٌ، ثُمَّ لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ حَتَّى تَبْلُغَ أَرْبَعَ مِائَةٍ، وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ، مَخَافَةَ الصَّدَقَةِ، وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بِالسَّوِيَّةِ، وَلَا يُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَيْبٍ"[64]

"حضرت سالمؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتاب زکوۃ لکھوائی لیکن ابھی اپنے عمال کو بھیج نہ پائے تھے کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی آپ ﷺ نے اسے اپنی تلوار کے پاس رکھ دیا تھا آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات تک اس پر عمل کیا پھر حضرت عمرؓ نے اپنی وفات تک۔ اس میں یہ تھا کہ پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہے دس میں دو بکریاں پندرہ میں تین بکریاں بیس میں چار پچیس میں اونٹ کا ایک سال کا بچہ پنتیس سے پینتالیس تک دو سال کی اونٹنی پینتالیس سے ساٹھ تک تین سال کی اونٹنی ساٹھ سے پچھتر تک چار سال کی دو اونٹنیاں اگر اس سے زیادہ ہوں تو ایک سو بیس اونٹوں تک تین تین سال کی دو اونٹنیاں اور اگر ایک سو بیس سے بھی زیادہ ہوں تو ہر پچاس اونٹوں پر ایک تین سال کی اونٹنی اور ہر چالیس اونٹوں پر ایک دو سال کی اونٹنی زکوۃ واجب جب کہ چالیس بکریوں پر ایک بکری یہاں تک کہ ایک سو بیس ہو جائیں پھر ایک سو بیس سے دو سو بکریوں تک دو بکریاں دو سو سے تین سو تک تین بکریاں اور ہر سو بکریوں پر ایک بکری زکوۃ ہے پھر اگر اس سے زیادہ ہوں تو سو تک کوئی زکوۃ نہیں پھر متفرق اشخاص کی بکریاں یا اونٹ جمع نہ کئے جائیں اور اسی طرح کسی ایک شخص کی متفرق نہ کی جائیں تاکہ زکوۃ ادا نہ کرنی پڑے اور اگر ان میں دو شریک ہوں تو آپس میں برابر تقسیم کر لیں اور زکوۃ میں بوڑھا یا عیب دار جانور نہ لیا جائے"۔

اس روایت میں "فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ شَاةً شَاةٌ" جملہ سے امام شافعیؒ نے مفہوم مخالف کے طور پر ان کا استدلال کیا ہے کہ بکری کی بجائے اس کی قیمت بطور زکوۃ ادا کر دے تو یہ زکوۃ ادا نہ ہوگی۔ جب کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بکری کی قیمت ادا کرنے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

صاحب اصول شاشی نے امام شافعیؒ کے استدلال کو کمزور بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس حدیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ چالیس بکریوں میں سے ایک بکری زکوۃ دینا واجب ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ بکری کی قیمت سے زکوۃ کا ادا کرنا، اس بارے میں حدیث میں کوئی تذکرہ نہیں ہے۔[65]

امام شافعیؒ کے نزدیک صاحب استطاعت پر حج اور عمرہ دونوں فرض ہیں اور مفہوم مخالف کے طور پر ان کا استدلال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: [وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ][66] "اور حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو"۔

جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صاحب استطاعت پر حج فرض ہے اور عمرہ فرض نہیں۔ صاحب اصول شاشی فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا استدلال کمزور ہے، کیونکہ نص قرآنی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عمرہ شروع کرنے کے بعد اسے پورا کرنا واجب ہے۔ کیونکہ اتمام شروع کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اختلاف اس بات میں ہے کہ ابتداء عمرہ واجب ہے یا نہیں اور یہ بات اس آیت سے ثابت نہیں ہوتی۔ صاحب اصول شاشی لکھتے ہیں:

---

[64] ترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن ضحاک، سنن ترمذی، مصطفی البابی الحلبی مصر، 1395ھ، رقم الحدیث 621، ج2، ص11

Tirmidhi, Abu Isa, Muhammad bin Isa bin Surat bin Musa bin Dahhak, Sunan Tirmidhi, Mustafa al-Babi al-Halabi Misr, 1395 AH, Hadith Volume 621, Vol. 2, p11

[65] اصول الشاشی، ص178

Usoole Shashi,p 178

[66] القرآن 2 : 196

Al-Quran 2 : 196

وكذلك التمسك بقوله تعالى وأتموا الحج والعمرة لله لإثبات وجوب العمرة ابتداء ضعيف لأن النص يقتضي وجوب الإتمام وذلك إنما يكون بعد الشروع ولا خلاف فيه وإنما الخلاف في وجوبها ابتداء[67]

امام شافعیؒ کے نزدیک بیع فاسد، قبضہ کرنے کے بعد بھی مفید ملک نہیں ہوتی۔ مفہوم مخالف کے طور پر ان کا استدلال نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے: لَا تَبِيعُوا الدِّينَارَ بِالدِّينَارَيْنِ، وَلَا الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَيْنِ [68]

"دینار کو دو دینار کے ساتھ اور درہم کو دو درہم کے ساتھ مت فروخت کرو"۔

جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیع فاسد مفید ملک ہوتی ہے۔ صاحب اصول شاشی فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا استدلال کرنا ضعیف ہے کیونکہ حدیث میں تو صرف یہ بتلایا گیا ہے کہ بیع فاسد حرام ہے، اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ بیع فاسد سے قبضہ کرنے کے بعد بائع اور مشتری کا ملک ثابت ہو گا یا نہیں، اور اس بارے حدیث میں کوئی بات ثابت نہیں ہوتی۔[69]

امام شافعی کے نزدیک قربانی کے دن روزے کی نذر ماننے سے نذر لازم نہیں آئے گی۔ مفہوم مخالف کے طور پر ان کا استدلال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: لَا تَصُومُوا هَذِهِ الْأَيَّامَ، فَإِنَّهَا أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ[70]

"ان ایام میں روزہ نہ رکھو ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ عزوجل کا ذکر کرنے کے دن ہیں"۔

جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قربانی کے دن روزے کی نذر ماننے سے اس کے ذمہ نذر ہو گی۔ صاحب اصول شاشی فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا مذکورہ حدیث سے استدلال کمزور ہے، کیونکہ اس حدیث میں تو اس فعل کا حرام ہونا ثابت کیا گیا ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ حرام کام پر احکام ثابت ہوں گے یا نہیں۔ اس بارے میں مذکورہ حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ جب کہ فعل کا حرام ہونا احکام کے مرتب ہونے کے منافی نہیں ہے۔ مثلاً: کسی آدمی نے اپنے بیٹے کی لونڈی سے مباشرت کر کے اسے ام ولد بنا دیا تو اس کا یہ فعل حرام ہے۔ لیکن اس کے باوجود باپ کا ملک، لونڈی پر ثابت ہو گا۔ اور اسے لونڈی کی قیمت ادا کرنا ہو گی۔ کسی نے غصب کردہ چھری سے بکری ذبح کر دی تو وہ بکری حلال سمجھی جائے گی۔ کسی نے غصب شدہ پانی کے ساتھ ناپاک کپڑے کو دھویا تو کپڑا پاک ہو جائے گا، حالانکہ پانی کا غصب کرنا حرام فعل ہے۔ اگر کسی نے حالت حیض میں بیوی سے وطی کر لی، تو وطی کرنے والے کا محصن ہونا ثابت ہو جائے گا۔[71]

نتائج البحث

احناف کے نزدیک مفہوم مخالف عدم اعتبار کا مطلب یہ ہے کہ منطوق کے معارض حکم نفی پر دلالت کے لیے نہ ہو بلکہ اس کے متعلق حکم میں سکوت ہو۔

---

[67] اصول الشاشی، ص185

Usoole Shashi,p 185

[68] صحیح مسلم، رقم الحدیث 1585

Sahih Muslim, Rakhm al-Hadith 1585

[69] اصول الشاشی، ص 185

Usoole Shashi,p 185

[70] الشیبانی، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد، موسسۃ الرسالہ، 1421ھ، رقم الحدیث 10664، ج16، ص389

Al-Shaybani, Abu Abdullah Ahmad bin Muhammad bin Hanbal, Musnad Ahmad, Musassat al-Risala, 1421 AH, Hadith No. 10664, Vol. 16, p 389

[71] اصول الشاشی، ص186

Usoole Shashi,p 186

مفہوم مخالف کے قائلین کے نزدیک جب کوئی حکم کسی نص میں مذکور ہو تو یہ ان کے نزدیک اس کے حکم کے ماعدا پر دلالت کرنے کے لیے ہے جیسے روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قے کی اور وضو نہیں کیا ہے۔اس سے امام شافعیؒ نے مفہومِ مخالف کے طور پر استدلال کیا ہے کہ قے ناقض وضو نہیں ہے۔ منکرین کہتے ہیں ہے کہ قے ناقض وضو ہے باقی نص میں تو یہ ہے کہ قے وضو کو فوراً لازم نہیں کرتی اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

مفہوم مخالف کی حجیت پر امام شافعیؒ کے عمومی دلائل کل آٹھ ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)